سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کَلِمَۃُ اللہِ اور رُوحُ اللہِ ہونے کی حقیقت

قرآنِ کریم اور بائبل کے تناظر میں

مولانا خاور رشید بٹ [1]
ترتیب: ادارہ محدث

اعتراض: قرآنِ مجید نے کئی مقامات پر جناب مسیح علیہ السلام کو 'کلمۃ اللہ' اور 'روح اللہ' قرار دیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا 'کلمہ' ازلی ہے، مخلوق نہیں۔ اسی طرح 'روح اللہ' سے مراد اللہ تعالیٰ کی اپنی حیات ہے اور یہ بھی ازلی ہے، لہٰذا مسیح علیہ السلام ازلی وابدی ہوئے اور یہ الٰہی خاصہ ہے۔

جواب: مسیحیوں کا یہ استدلال کوئی نیا نہیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے عیسائی آئے تھے تو اُنہوں نے بھی یہ کہا تھا کہ "آپ جناب مسیح علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ نہیں مانتے؟" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل مانتے ہیں۔ عیسائیوں نے کہا کہ ہمیں یہی بات کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت اتاری:

﴿ هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (آل عمران: ۷) [2]

"وہی اللہ ہے، جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے اِس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں: ایک محکمات، جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات، جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنے کی تلاش یں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اُن کو من گھڑت معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا بخلاف اِس کے جو لوگ علم میں پختہ

---

۱ اُستاذ جامعہ لاہور الاسلامیہ، گارڈن ٹاؤن، لاہور.... ریسرچ سکالر 'حقوق الناس فاؤنڈیشن'، کلمہ چوک، لاہور

۲ تفسیر طبری: ۳/۱۷۷

کار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا اُن پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے ربّ ہی کی طرف سے ہیں اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانش مند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔"

ایسا متشابہ لفظ جس کے کئی معانی (تعبیریں) ہو سکیں تو اس کا حقیقی مصداق اور اصلی مطلب لینے کے لیے اس کلام (قرآن) اور صاحب کلام (شارح یعنی محمد ﷺ) کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہی اُصول تمام لوگوں کے ہاں تسلیم شدہ ہے۔

مسلمان، مسیحی اور دیگر مذاہب کے ماننے والے اس اُصول کو مد نظر رکھیں تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے لیکن تعصّب کی پٹی کوئی اتارنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ ادھر بھی یہی صورتحال ہے، لہٰذا ان دونوں الفاظ کو اسلامی مصادر (قرآن وحدیث) کے مطابق سمجھنا چاہیے اور پھر غور کریں، آیا یہ اعتراض باقی رہتا ہے؟ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

عیسائیوں نے جناب مسیح علیہ السلام کو تثلیث کا ایک رکن (اقنوم) اور ابن اللہ قرار دینے کے لیے قرآنی الفاظ سے استدلال کیا، وہ اگر ان کے سیاق وسباق کو پڑھ لیتے تو اس گمراہی میں مبتلا نہ ہوتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ ﴾ (النساء:۱۷۱۔۱۷۳)

"اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو، مسیح عیسیٰؑ ابن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک کلمہ تھا جو اللہ نے مریمؑ کی طرف بھیجا اور وہ اللہ کی طرف سے ایک روح تھی (جس نے مریم کے رحم میں بچہ کی شکل اختیار کی) پس تم اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ تین ہیں، باز آجاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی الٰہ ہے، وہ اِس سے بالاتر ہے کہ کوئی اُس کا بیٹا ہو، زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں اس کی مِلک ہیں، اور ان کی کفالت وخبر گیری کے لیے بس وہی کافی ہے۔ مسیح کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھے

گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو، اور نہ مقرّب ترین فرشتے اِس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار سمجھتا اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔ اُس وقت وہ لوگ جنہوں نے ایمان لا کر نیک طرزِ عمل اختیار کیا، اللہ ان کو پورا پورا اجر دے گا اور اللہ اپنے فضل سے ان کو مزید عطا فرمائے گا، اور جن لوگوں نے بندگی کو عار سمجھا اور تکبر کیا ہے اُن کو اللہ دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا جن جن کی سرپرستی و مددگاری پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی وہ وہاں نہ پائیں گے۔"

عیسائیوں نے جناب مسیح علیہ السلام کے حوالے سے غلو کرتے ہوئے انہیں 'ابن اللہ' اور 'ذاتِ الٰہ' میں شریک (حصہ) قرار دیا ہے، جبکہ درحقیقت وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔

قرآن کریم میں اُنہیں اللہ کا کلمہ اور روح بھی قرار دیا گیا جس کا مطلب عیسائیوں نے غلط لیا ہے۔ پہلے ان جملوں کا اصل مفہوم و مطلب کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں:

کلمۃ اللہ

جناب مسیح علیہ السلام کے حوالے سے آنے والے اس لفظ کے از روئے قرآن دو مطلب ہو سکتے ہیں اور دونوں ہی عیسائیوں کو مفید نہیں۔

اوّل: وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُن سے پیدا شدہ تھے، اور یہ نسبت تشریفی ہے۔ اس کلمہ کی ازلی اور ابدی تعبیروں میں نہیں الجھنا چاہیے کیونکہ یہ کلامی اصطلاحات ہیں۔ اس کی دلیل یہ آیات ہیں:

﴿ إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٤٧﴾ ﴾ (آل عمران: ۴۵۔۴۷)

"اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریمؑ! اللہ تجھے اپنے ایک کلمہ کی خوش خبری دیتا ہے اُس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہو گا، دنیا اور آخرت میں معزز ہو گا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا۔ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور ادھیڑ عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ ایک مردِ صالح ہو گا۔ یہ سن کر مریمؑ بولی: پروردگار! میرے ہاں بچہ کہاں سے ہو گا؟ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ جواب ملا، ایسا ہی ہو گا، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس

کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔"

یہاں لفظ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ آیا ہے جو اس کلمۃ اللہ کے مخلوق ہونے کی واضح دلیل ہے جبکہ عیسائیوں کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام ہی مجسم ہو کر جناب مسیح کی صورت میں دنیا کے اندر آئی۔ جبکہ 'پیدا شدہ چیز' کیسے اللہ تعالیٰ کی صفتِ ازلی ہو سکتی ہے؟

'کلمۃ اللہ' بالکل اسی طرح ہے جیسے صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ دیا گیا تھا، تو اسے 'ناقۃ اللہ' کہا گیا۔ اسی طرح مسجدِ حرام میں واقع خانہ کعبہ کو 'بیت اللہ' کہا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے گھر یا سواری ہیں، بلکہ یہ سب مخلوق ہیں۔ البتہ ان کی عزت و شرف اور فضیلت کے باعث ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی گئی۔ اسے 'اضافتِ تشریفی' کہا جاتا ہے۔ مزید تائید بائبل سے دیکھ لیں، مثلاً:

① جس پہاڑ پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لائے تھے، اسے بائبل میں 'خداوند کا پہاڑ' کہا گیا ہے۔[1]

② عہد کے صندوق کو 'خدا کا صندوق' کہا گیا ہے۔[2]

③ ہیکل کو 'رب الافواج کا گھر' کہا گیا ہے۔[3] نیز اسے 'خدا کا مقدس' کہا گیا ہے۔[4]

④ "آسمان خداوند کے کلام سے اور اس کا سارا لشکر اس کے منہ کے دم سے بنا۔"[5]

کیا مسیحی لوگ ان اشیاء: پہاڑ، صندوق، ہیکل، آسمان وغیرہ کو ازلی مانتے ہیں؟

دوم: کلمۃ اللہ سے مراد لفظ کُن ہے جو سیدنا عیسیٰ کی تخلیق کا سبب ہے چنانچہ مشہور مفسر شیخ محمد امین شنقیطی آیتِ مذکورہ بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لَمْ يُبَيِّنْ هُنَا هَذِهِ الْكَلِمَةَ الَّتِي أُطْلِقَتْ عَلَى عِيسَى ; لِأَنَّهَا هِيَ السَّبَبُ فِي وُجُودِهِ مِنْ إِطْلَاقِ السَّبَبِ وَإِرَادَةِ مُسَبِّبِهِ، وَلَكِنَّهُ بَيَّنَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ أَنَّهَا لَفْظَةُ كُنْ، وَذَلِكَ فِي

١ پیدائش ۲۲:۱۴

۲ ۲۔ سموئیل ۶:۳

۳ زکریا ۸:۹

۴ ۲۔ کرنتھیوں ۶:۱۶

۵ زبور: ۳۳۔۶

قَوْلِہٖ: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾[1]

''اس جگہ اس کلمہ کی وضاحت نہیں کی گئی جو سیدنا عیسیٰ (کی تخلیق) کے لئے بولا گیا۔ لیکن دوسری جگہ کلمہ کُن کی صراحت موجود ہے جو اس آیت میں ہے: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ (آلِ عمران:۵۹) ''اللہ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا، پس وہ ہو گیا۔ یہاں کلمہ کُن جو عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کا سبب تھا، بول کر مسبّب (اللہ تعالیٰ کا ارادہ) مراد لیا ہے۔''

اور ایسی ہی بات امام غزالی نے بھی کہی ہے۔[2]

ایک اور انداز سے وضاحت: محض کلمۃ اللہ کہنے سے اگر کوئی الٰہ یا ذات الٰہ کا جز بن سکتا ہے تو قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات بے شمار ہیں تو کیا وہ بھی یہی حکم رکھتے ہیں؟ مثلاً قرآن کریم میں ہے:

﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴾ (الکہف:۱۰۹)

''پیغمبر! کہو کہ اگر سمندر میرے ربّ کے کلمات لکھنے کے لیے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے مگر میرے ربّ کی باتیں ختم نہ ہوں، بلکہ اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔''

دوسرے مقام پر ہے:

﴿ وَ لَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ (لقمان:۲۷_۳۱)

''زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (روشنائی بن جائے) جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔''

روح اللہ

مسیحی فلسفی یہ کہتے ہیں کہ اس لفظ سے اللہ تعالیٰ والی حیاتِ ازلی مراد ہے جبکہ در حقیقت ایسا نہیں کیونکہ

1 تفسیر اَضواء البیان: ۱/ ۲۰۰

2 الرد الجمیل لالٰھیۃ عیسی بصریح الانجیل از ابو حامد الغزالی: ص ۱۶۶؛ الداعی الی الاسلام از ابن الانباری: ص ۳۷۶

اس کے لیے آنے والے قرآنی الفاظ وَ رُوۡحٌ مِّنۡہُ میں لفظ مِن تبعیض (جز) کے لیے نہیں بلکہ کسی چیز کے صادر ہونے کے لیے ہے، لہٰذا ترجمہ یوں ہو گا اور "اس (اللہ) کی طرف سے صادر ہونے والی روح۔" جیسا کہ تفسیر البحر المحیط میں ہے:

وَمَعْنَى رُوحٍ مِنْهُ أَيْ: صَادِرَةٌ، لِأَنَّهُ ذُو رُوحٍ وُجِدَ مِنْ غَيْرِ جُزْءٍ مِنْ ذِي رُوحٍ، كَالنُّطْفَةِ الْمُنْفَصِلَةِ مِنَ الْأَبِ الْحَيِّ، وَإِنَّمَا اخْتُرِعَ اخْتِرَاعًا مِنْ عِنْدِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ. وَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ: عِيسَى رُوحٌ مِنْ أَرْوَاحِ اللهِ تَعَالَى الَّذِي خَلَقَهَا وَاسْتَنْطَقَهَا بِقَوْلِهِ: أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى. بَعَثَهُ اللهُ إِلَى مَرْيَمَ فَدَخَلَ. وَقَالَ الطَّبَرِيُّ وَأَبُو رَوْقٍ: وَرُوحٌ مِنْهُ أَيْ نَفْخَةٌ مِنْهُ، إِذْ هِيَ مِنْ جِبْرِيلَ بِأَمْرِهِ.[1]

"اور رُوۡحٌ مِّنۡہُ کا مطلب ہے: صادر ہونے والی روح کیونکہ سیدنا عیسیٰ ایسی روح ہیں جو کسی ذی روح کے حصّے کے طور پر وجود میں نہیں آئی، جیسے زندہ والد سے جدا ہونے والا نطفہ ہوتا ہے۔ اور سیدنا عیسیٰ کو اللہ کی طرف سے اور اس کی قدرت سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اُبی بن کعب کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے ان روحوں سے ہے جنہیں اُس نے پیدا کر کے ان سے اَلَستُ بِرَبِّکُم کے جواب کا مطالبہ کیا تو اُنہوں نے بَلٰی کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس روح کو سیدہ مریم کی طرف بھیجا اور وہ ان میں داخل ہوئی۔ اور امام طبری اور ابوروق کہتے ہیں: رُوۡحٌ مِّنۡہُ کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے پھونک کیونکہ جبریل اللہ کے حکم سے پھونک مارنے آئے تھے۔"

اور اس کی مثل قرآنِ مجید کی یہ آیت بھی ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾﴾

"اس نے آسمانوں اور زمین کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔" (الجاثیہ:۱۳)

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾﴾ (البقرۃ:۲۶۸)

"شیطان تمہیں فقر اور بے حیائی کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ تمہیں اپنے پاس سے مغفرت اور فضل کا وعدہ

1 تفسیر البحر المحیط از ابو حیان اندلسی: ۴/ ۱۴۳، دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ

دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت اور علم والا ہے۔"

یعنی آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کا جز نہیں ہیں اور ان کے اللہ کے مخلوق ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور ان کی تسخیر بھی اس کی طرف سے ہے۔ اور مغفرت وفضل اس کے وعدے ہیں۔ گویا تسخیر اور مغفرت تاکیداً اسی کی عنایات ہیں۔

بائبل میں بھی اس طرح کے کئی جملے ہیں: (پہلے عربی عبارت اور پھر اس کا ترجمہ دیکھیں)

① پولوس رقم طراز ہے: هذا كله من الله "اور یہ سب چیزیں خدا کی طرف سے ہی ہیں۔"[1]

② من يؤمن بأن يسوع هو المسيح فهو مولودٌ من الله.

"جس کا یہ ایمان ہے کہ یسوع ہی مسیح ہے، وہ خدا سے پیدا ہوا ہے۔"[2]

③ كل مولود من الله لا يعمل الخطيئة لأن زرع الله ثابت فيه.

"جو کوئی خدا کی طرف سے پیدا ہوا ہے، وہ گناہ نہیں کرتا کیونکہ اس کا تخم اس میں موجود رہتا ہے۔"[3]

④ أيها الحبيب لا تتبع الشرّ، بل الخير. من يعمل الخير فهو من الله.

"اے پیارے! بدی کی نہیں بلکہ نیکی کی پیروی کر۔ نیکی کرنے والا خدا کی طرف سے ہے۔"[4]

کیا مسیحی حضرات تمام مخلوقات، جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح ماننے والوں، اور نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا جز اور حصہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟ حالانکہ ان کے لیے بھی لفظ مِن استعمال ہوا ہے بلکہ دوسرے اور تیسرے حوالے میں تو اللہ سے پیدا ہونے کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام جملوں میں 'اللہ کی طرف سے' والا مطلب مراد لینے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

تو جیسے قرآن اور بائبل کے ان جملوں میں لفظ مِن صدور (ابتدا) کے لئے ہے، اسی طرح لفظ رُوْحٌ مِّنْهُ میں بھی 'اس سے صادر ہونے والی مخلوق' کے لئے ہی ہے۔

☜ تمام ارواح مخلوق ہیں: واضح رہنا چاہیے کہ اسلاف سمیت تمام اہل سنت انسانی جسم میں پائے جانے والی روح کو اللہ تعالیٰ کی صفت قرار نہیں دیتے، بلکہ تمام طرح کی اَرواح کو اس کی مخلوق تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ امام

---

۱ کرنتھیوں ۱۸:۵

۲ یوحنا کا پہلا خط ۱:۵

۳ یوحنا کا پہلا خط ۹:۳

۴ یوحنا کا تیسرا خط ۱۱:۱

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رُوحُ الْآدَمِيِّ مَخْلُوقَةٌ مُبْدَعَةٌ بِاتِّفَاقِ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتِهَا وَسَائِرِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَقَدْ حَكَى إجْمَاعَ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ مثْلُ "مُحَمَّدِ بْنِ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيِّ" الْإِمَامِ الْمَشْهُورِ الَّذِي هُوَ أَعْلَمُ أَهْلِ زَمَانِهِ بِالْإِجْمَاعِ وَالِاخْتِلَافِ أَوْ مِنْ أَعْلَمِهِمْ. وَكَذَلِكَ "أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ قُتَيْبَةَ" قَالَ فِي "كِتَابِ اللقط" لَمَّا تكلّمَ عَلَى خَلْقِ الرُّوحِ قَالَ: النَّسَمُ الْأَرْوَاحُ. قَالَ: وَأَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّ اللهَ خَالِقُ الْجُثَّةِ وَبَارِئُ النَّسَمَةِ أَيْ خَالِقُ الرُّوحِ. وَقَالَ أَبُو إسْحَاقَ بْنُ شاقلا فِيمَا أَجَابَ بِهِ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ، سَأَلْتَ ــ رَحِمَكَ اللهُ ــ عَنْ الرُّوحِ مَخْلُوقَةٌ أَوْ غَيْرُ مَخْلُوقَةٍ قَالَ: هَذَا مِمَّا لَا يَشُكُّ فِيهِ مَنْ وُفِّقَ لِلصَّوَابِ إلَى أَنْ قَالَ: وَالرُّوحُ مِنْ الْأَشْيَاءِ الْمَخْلُوقَةِ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ طَوَائِفُ مَنْ أَكَابِرِ الْعُلَمَاءِ وَالْمَشَايِخِ وَرَدُّوا عَلَى مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهَا غَيْرُ مَخْلُوقَةٍ. وَصَنَّفَ الْحَافِظُ أَبُو عَبْدِ اللهِ بْنُ مَنْدَة فِي ذَلِكَ كِتَابًا كَبِيرًا فِي "الرُّوحِ وَالنَّفْسِ" وَذَكَرَ فِيهِ مِنْ الْأَحَادِيثِ وَالْآثَارِ شَيْئًا كَثِيرًا؛ وَقَبْلَهُ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِي وَغَيْرُهُ وَالشَّيْخُ أَبُو يَعْقُوبَ الْخَرَّازُ وَأَبُو يَعْقُوبَ النَّهرجُورِي وَالْقَاضِي أَبُو يَعْلَى وَغَيْرُهُمْ؛ وَقَدْ نَصَّ عَلَى ذَلِكَ الْأَئِمَّةُ الْكِبَارُ وَاشْتَدَّ نَكِيرُهُمْ عَلَى مَنْ يَقُولُ ذَلِكَ فِي رُوحِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ لَا سِيَّمَا فِي رُوحِ غَيْرِهِ كَمَا ذَكَرَهُ أَحْمَدُ فِي كِتَابِهِ فِي الرَّدِّ عَلَى "الزَّنَادِقَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ"[1]

”آدمی کی روح مخلوق اور نئے سرے سے وجود میں آنے والی ہے۔ اس میں ملتِ اسلامیہ کے اسلاف، ائمہ کرام اور جملہ اہل سنت کا اتفاق ہے۔ اور روح کے مخلوق ہونے پر بہت سے ائمہ مسلمین، مثلاً مشہور امام محمد بن نصر مروزی نے اجماع کی صراحت کی ہے جو اپنے دور کے اہل علم کے اختلافات واجماعات کو سب سے زیادہ جاننے والے یا اجل علما میں سے تھے۔ ان میں سے ایک ابو محمد بن قتیبہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اللقط میں روح کی تخلیق پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ”نسم سے مراد ارواح ہیں اور لوگوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کے خالق اور روح کے خالق ہیں۔“ اور ابو اسحٰق بن شاقلا سے جب روح کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

1 مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۱۶/۴

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے درست موقف کی توفیق دی ہے، اسے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے، کہ روح مخلوق چیزوں میں سے ہے۔" اور اس مسئلہ میں اکابر علما و مشائخ نے گفتگو کرتے ہوئے اس شخص کی پرزور تردید کی ہے جو روح کے غیر مخلوق ہونے کا دعویدار ہے۔ اور حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ نے 'روح و نفس' کے عنوان سے ایک عظیم کتاب لکھی ہے جس میں بے شمار احادیث و آثار کا ذکر کیا ہے۔ اور اسے امام محمد بن نصر مروزی وغیرہ، شیخ ابو یعقوب خراز، ابو یعقوب نہر جوری، قاضی ابو یعلیٰ وغیرہ نے بھی قبول کیا ہے۔ اور کبار ائمہ نے اس کی صراحت کی، اور اُنہوں نے اس موقف کی سخت مذمت کی ہے جو شخص عیسیٰ بن مریم کی روح کو خصوصی طور پر اور باقی روحوں کو عمومی طور پر قرار غیر مخلوق کہتا ہے جیسا کہ امام احمد نے اپنی تصنیف الرَّدّ عَلَى الزَّنَادِقَةِ وَالْجَهْمِيَّة میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔"

سیدنا عیسیٰ کے علاوہ دیگر کے لئے 'روح' کا لفظ: قرآن مجید کے مطابق لفظ رُوح فقط سیدنا مسیح علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ سیدنا جبریل علیہ السلام کے لیے بھی یہ لفظ بولا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ (مریم:۱۷)

"اور وہ پردہ ڈال کر اُن سے چھپ بیٹھی تھی اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو (یعنی فرشتے کو) بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا۔"

اسی کو دوسری جگہ روح القدس اور تیسرے مقام پر روح الامین کا نام دیا گیا ہے:

﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ (النحل:۱۰۲)

"اِن سے کہو کہ اِسے تو روح القدس نے ٹھیک میرے رب کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرماں برداروں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور اُنہیں فلاح و سعادت کی خوش خبری دے۔"

---

1 حافظ ابن حزم لکھتے ہیں: "كل روح: فَهُوَ روح الله تَعَالَى، على الْملك؛ لَكِن إِذا قُلْنَا: روح الله، على الْإِطْلَاق: يَعْنِي بذلك جِبْرِيل، أَو عِيسَى عَلَيْهِمَا السَّلَام، كَانَ ذَلِك فَضِيلَة عَظِيمَة لَهما." (الفصل فی الملل: ۳/۹)
"ہر روح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتی ہے یعنی وہ اس کا مالک ہے (جو وہ فرشتہ کے ذریعے بھیجتا ہے۔) تاہم جب ہم مطلق طور پر روح اللہ کہیں تو اس سے مراد سیدنا جبریل ہیں یا سیدنا عیسیٰ علیہما السلام، کیونکہ دونوں کی اس حوالے سے عظیم فضیلت ہے۔" (ح۔م)

﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴾ (الشعراء:۱۹۳)

"اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اُتری ہے۔"

سیدنا جبریل علیہ السلام کو روح کہنے کی وجہ ان کا مادّی جسم نہ ہونا ہے، چنانچہ جب سیدہ مریم کے پاس آئے تو انسان کی صورت اختیار کی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾ (مریم:۱۷)

"اور وہ پردہ ڈال کر اُن سے چھپ بیٹھی تھی اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی طرف سے روح کو (یعنی فرشتے کو) بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا۔"

☜ اُنہوں نے سیدہ مریم کے گریبان میں پھونک ماری تو اللہ کے حکم سے حمل ہو گیا، لہٰذا ان کی پیدائش سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی پھونک سے ہوئی تھی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾

"اور وہ خاتون جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی، ہم نے اُس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونکی اور اُسے اور اُس کے بیٹے کو دنیا بھر کے لیے نشانی بنا دیا۔" (الانبیاء:۹۱)

☜ یہ شرف سیدنا آدم علیہ السلام کو بھی حاصل ہے، چنانچہ جب انہیں مٹی سے بنایا گیا تو پھر ان میں اللہ نے اپنی طرف سے روح پھونکی۔ قرآن میں ہے:

﴿ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴾ (الحجر:۲۹)

"جب میں اُسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔"

الغرض مسلمانوں کے ہاں یہ نسبت عزت و اکرام کی ہے[1]، جسے نسبت تشریفی کہتے ہیں۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ قرار دینے کے لیے جیسا کہ مسیحی کہتے ہیں۔ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو آدم علیہ السلام، سیدنا مسیح علیہ السلام کی نسبت خدا بننے کے زیادہ حقدار ہیں اور قرآن مجید میں اسی بنا پر ان دونوں کو ہم مثل کہا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾

"اللہ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ

1 دیکھئے تفاسیر: ایسر التفاسیر: ۵/۳۱۹، تفسیر خازن: ۵/۲۲۲، تفسیر التحریر والتنویر: ۷/۱۳۸

ہو جا اور وہ ہو گیا۔" (آلِ عمران:۵۹)

کیا کوئی مسیحی سیدنا آدم کو بھی خداوند تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے؟

یہ تو ہوئی قرآنی تعلیم، اب ہم بائبل دیکھتے ہیں تو وہاں بھی کئی لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے روح بھیجنے کا تذکرہ کیا، تو کیا وہ بھی خدا جیسے ہیں؟ مثلاً:

① پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا: "دیکھ میں نے 'بضلی ایل بن اوری بن حُور' کو یہوداہ کے قبیلے میں سے نام لیکر بلایا ہے اور میں نے اس کو حکمت، فہم و علم اور ہر طرح کی صفت میں روح اللہ[1] سے معمور کیا ہے۔"[2]

عربی بائبل میں اس کے لیے یہ الفاظ آئے ہیں: وملأته من روحي

② موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو جا کر یہ وحی سنائی تو اس میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں۔[3]

"موسیٰ نے اسے کہا: کیا تجھے میری خاطر رشک آتا ہے، کاش خداوند کے سب لوگ نبی ہوتے اور خداوند اپنی روح ان سب میں ڈالتا۔"[4]

یعنی ان کے نزدیک تمام انبیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی روح ڈالی جاتی ہے تو پھر مسیح علیہ السلام کی خصوصیت کیا رہی؟

③ تو ان کا دم روک لیتا ہے اور یہ مر جاتے ہیں اور پھر مٹی میں مل جاتے ہیں۔ تو اپنی روح بھیجتا ہے اور یہ پیدا ہوتے ہیں۔[5]

④ اگر وہ اپنی روح اور اپنے دم کو واپس لے لے تو تمام بشر اکٹھے فنا ہو جائیں گے اور انسان پھر مٹی میں مل جائے گا۔[6]

انجیل کے ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ ہر انسان میں 'اللہ کی طرف سے روح' ہوتی ہے تو کیا سب خدا ہیں۔

⑤ جناب مسیح علیہ السلام نے فرمایا: جو جسم سے پیدا ہوا ہے، جسم ہے اور جو روح سے پیدا ہوا ہے، روح ہے۔[7]

---

۱ مسیحی لوگ لفظ 'اللہ' سے بدکتے ہیں لیکن ان دونوں مقامات (دوسرا مقام اگلے حوالے میں) پر ان کی اُردو بائبل میں یہی لفظ آیا ہے۔ لہٰذا ان کا کہنا کہ اللہ ایک بت کا نام تھا (نعوذ باللہ) ناقابل التفات ٹھہرا۔

۲ خروج ۳۱:۱-۳۱

۳ خروج:۳۵:۳۰-۳۳

۴ گنتی ۱۱:۲۹

۵ زبور ۱۰۴:۲۹-۳۰

۶ ایوب ۳۴:۱۴-۱۵

۷ یوحنا ۳:۶

آگے جا کر لکھا ہے: "خدا روح ہے۔"[1]

اب ہم بائبل سے ہی دیکھتے ہیں کہ خدا سے کون پیدا ہوتے ہیں، سو لکھا ہے:

جس کا یہ ایمان ہے کہ "یسوع ہی مسیح ہے، وہ خدا سے پیدا ہوا ہے۔"[2]

انجیل یوحنا میں لکھا ہے کہ "جو جناب مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں، وہ نہ خون سے، نہ جسم کی خواہش سے، نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خدا سے پیدا ہوئے ہیں۔"[3]

مزید لکھا ہے: "عزیزو! آؤ ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں کیونکہ محبت خدا کی طرف سے ہے اور جو کوئی محبت رکھتا ہے، وہ خدا سے پیدا ہوا ہے۔"[4]

اس طرح عیسائی اور مسلمان تمام کے تمام روح ہوئے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب مسیح تسلیم کرتے ہیں، نیز محبت کرنے والے لوگ خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھیں، وہ بھی روح ہیں تو کیا ان سب کو مسیحی حضرات خدا ماننے کے لیے تیار ہیں یا اس کا جز اور حصہ تسلیم کریں گے؟

⑥ پولوس نے اپنے مریدین کو کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ تم خدا کا مقدس ہو اور خدا کا روح تم میں بسا ہوا ہے۔[5]

⑦ اپنے متعلق پولوس نے کہا: اور میں سمجھتا ہوں کہ خدا کا روح مجھ میں بھی ہے۔[6] لکھا ہے:

"اے عزیزو ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خدا کے روح کو تم اس طرح پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی روح اقرار کرے کہ یسوع مجسم ہو کر آیا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔"[7]

عربی بائبل میں یہاں روح اللہ اور روح من اللہ کے الفاظ ہیں۔ ظاہر ہے کہ تمام مسیحی ان حوالہ جات کی کوئی نہ کوئی تاویل کر کے ان کا ایسا معنی کریں گے جس سے شرک کی زد سے بچا جا سکے تو جناب مسیح علیہ السلام کے

---

1 یوحنا ۴:۲۴
2 یوحنا کا پہلا خط ۵:۱
3 یوحنا ۱:۱۳
4 یوحنا کا پہلا خط ۴:۷
5 کرنتھیوں ۳:۱۶
6 ا۔ کرنتھیوں ۷:۴۰
7 یوحنا کا پہلا خط ۴:۱۔۳

متعلق آنے والے لفظ کی ایسی تفسیر کیوں نہیں ہو سکتی؟

جناب مسیح علیہ السلام کو 'روح منہ' کیوں کہا گیا؟

قرآن مجید میں لفظ روح کئی معانی میں استعمال ہوا ہے، پہلے وہ ملاحظہ کرلیں، پھر آگے چلیں گے:

① فرشتہ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام

﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۙ﴾ (الشعراء:۱۹۳)

"اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے۔"

﴿ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾ (مریم:۱۷)

"اور پردہ ڈال کر اُن سے چھپ بیٹھی تھی اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی طرف سے روح (فرشتے) کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک کامل انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا۔"

﴿ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (النحل:۱۰۲)

"اِن سے کہو کہ اِسے تو روح القدس نے ٹھیک ٹھیک میرے ربّ کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرماں برداروں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور اُنہیں فلاح وسعادت کی خوش خبری دے۔"

﴿ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ﴾ (المجادلہ:۲۲)

"اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی اپنی طرف سے 'روح' کے ساتھ تائید کی۔"

﴿ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ﴾ (القدر:۴)

"فرشتے اور روح اُس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔"

② انسانی جان:

﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾

"یہ لوگ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو یہ روح امر ربی سے ہے، مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔" (بنی اسرائیل:۸۵)

③ وحی الٰہی:

﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ

نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ ﴾ (الشوریٰ:۵۲)

"اور اِسی طرح (اے محمد!) ہم نے اپنی حکم سے ایک روح (وحی) تمہاری طرف بھیجی ہے۔ تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے؟ مگر اُس روح کو ہم نے ایک روشنی بنادیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔"

﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ① ﴾ (النحل:۲)

"وہ اِس روح (وحی) کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ملائکہ کے ذریعے نازل فرما دیتا ہے (اِس ہدایت کے ساتھ کہ لوگوں کو) آگاہ کردو کہ میرے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ہے، لہٰذا تم مجھی سے ڈرو۔"

دیکھئے کہ مسیحیوں کا بیان کردہ معنی و مفہوم قرآن مجید کی کسی آیت میں مستعمل نہیں، لہٰذا یہ محض ان کا تحکم اور سینہ زوری ہے۔ بہر حال ان تینوں معانی و مفاہیم کے لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام کو روح منه کہا جاسکتا ہے:[1]

---

1 سیدنا مسیح علیہ السلام کو بطور خاص کیوں روح منه کہا گیا جبکہ ساری اَرواح ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں تو امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: "وَسَمَّاهُ رُوحَهُ، لِأَنَّهُ خَلَقَهُ مِنْ نَفْخِ رُوحِ الْقُدُسِ فِي أُمِّهِ، لَمْ يَخْلُقْهُ كَمَا خَلَقَ غَيْرَهُ مِنْ أَبٍ آدَمِيٍّ." ("الجواب الصحيح لابن تيمية: ۳۰۲/۴) "انہیں اپنی طرف سے روح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ روح القدس کے ان کی والدہ میں پھونک مارنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ نے انہیں اس طرح پیدا نہیں کیا، جس طرح دوسرے کو وہ انسانی باپ سے پیدا کرتا ہے۔"

اس کی مزید وضاحت حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی: "الرّوح الَّذِي نفخ فِي مَرْيَم: هُوَ الرّوح الْمُضَاف إِلَى الله، الَّذِي اختصه لنَفسِهِ وأضافه إِلَيْهِ، وَهُوَ روح خَاص من بَين سَائِر الْأَرْوَاح، وَلَيْسَ بِالْملكِ الْموكل بالنفخ فِي بطُون الْحَوَامِل من الْمُؤمنِينَ وَالْكفَّار؛ فَإِن الله سُبْحَانَهُ وكل بالرحم ملكا ينْفخ الرّوح فِي الْجَنِين، فيكْتب رزق الْمَوْلُود وأجله وَعَمله وشقاوته وسعادته؛ وَأما هَذَا الرّوح الْمُرْسل إِلَى مَرْيَم: فَهُوَ روح الله الَّذِي اصطفاه من الْأَرْوَاح لنَفسِهِ؛ فَكَانَ لِمَرْيَم بِمَنْزِلَة الْأَب لسَائِر النَّوْع، فإن نفخته لما دخلت فِي فرجهَا: كَانَ ذَلِك بِمَنْزِلَة لقاح الذّكر للْأُنْثَى، من غير أَن يكون هُنَاكَ وَطْء" (الروح: ص۱۵۵)

"وہ روح جو سیدہ مریم علیہا السلام میں پھونکی گئی، اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے کیونکہ اس روح کو اللہ نے اپنے لئے خاص کرکے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور وہ روح دیگر ارواح کی بہ نسبت خاص راہم ہے۔ اور یہ روح اس فرشتہ کی طرف سے نہ تھی جو مادرِ رحم میں کفار و مؤمنوں کی روح پھونکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رحم کے جنین میں روح پھونکنے کے لئے ایک فرشتہ کی ذمہ داری لگا رکھی ہے جو اللہ کے حکم سے مولود کا رزق، وفات کا وقت، اعمال اور سعادت و بدبختی وغیرہ لکھتا ہے۔ اب جو روح سیدہ

① چونکہ عام طریقہ حمل وولادت سے ہٹ کر ان کی پیدائش کلمہ کُنْ سے ہوئی اس لیے انہیں کلمہ کُنْ کا نتیجہ ہونے کے سبب یہ لقب دیا گیا۔

② جبریل علیہ السلام خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نوید سنانے کے لیے مقرر ہوئے۔

③ عام طریقہ حمل سے ہٹ کر ان کی روح (انسانی جان) سیدہ مریم علیہا السلام میں پھونکی گئی، اس لیے لقب ملا۔

④ اللہ تعالیٰ نے جناب مسیح علیہ السلام کی خصوصی طور پر مدد و حمایت کی اور انہیں یہود کے چنگل سے بچا کر زندہ آسمان پر اُٹھالیا اور اس مدد و تعاون کے لیے جس خاص فرشتے کو مقرر کیا تھا، اس کا نام بھی روح القدس ہے جیسا کہ قرآن کے تین مقامات پر یہ بات آئی ہے، ملاحظہ ہو:

سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۸۷، ۲۵۳ اور سورۃ المائدۃ، آیت نمبر ۱۱۰

☞ اب ہم آتے ہیں بائبل کی طرف تو آپ نے پیچھے حوالہ جات ملاحظہ فرما لیے کہ لفظ روح مختلف معانی میں آیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ اللہ کا فضل و رحمت، چونکہ جناب مسیح اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و رحمت سے پیدا ہوئے، تو اس کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ ۲۔ انسانی جان ۳۔ وحی الٰہی ۴۔ نبی ۵۔ قدرت[1]

آخری الذکر معنیٰ کے لیے حسبِ ذیل عبارت دیکھیں۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا:

"اگر میں خدا کے روح کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آپہنچی۔"[2]

اسی بات کو انجیل لوقا میں یوں درج کیا گیا ہے: "اگر میں بدروحوں کو خدا کی قدرت سے نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آپہنچی۔"[3] یعنی روح کا ترجمہ 'قدرت' ہے۔

لہٰذا جناب مسیح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے، اس لیے بھی ان پر یہ لقب صادق آسکتا ہے۔

مریم کی طرف بھیجی گئی تو وہ اللہ کی طرف سے وہ روح تھی جس کو اس نے خاص اپنی طرف سے منتخب کیا تھا۔ سو وہ روح سیدہ مریم کے لئے تمام انسانوں کے ہاں باپ کے قائم مقام ہو گئی اور روح القدس کا پھونکنا جب ان میں داخل ہوا تو وہ مؤنث کے لئے مرد کے داخل ہونے کے قائم مقام ہو گیا، مگر یہاں کوئی جماع وغیرہ نہیں ہوا۔" (ح۔م)

۱ متی ۱۲:، لوقا ۱۱: ۲۰

۲ متی ۱۲: ۲۸

۳ لوقا ۱۱: ۲۰